تحریک استشراق
اور ہندوستانی علماء کا کردار

زیبا افتخار*

استشراق اور مستشرقین کا موضوع اپنی غیر معمولی اہمیت اور وسعت کے باوجود کسی وسیع علمی معیار پر ہمارے مصنفین کے زیر بحث نہیں رہا۔ حالانکہ اس بات کی ضرورت پہلے بھی مسلم تھی اور آج بھی روز بروز بڑھتی جارہی ہے کہ علم الاستشراق کی تاریخ، کردار، مقاصد اور کھرے کھوٹے پر بے لاگ تبصرہ اور تنقید ہو۔ اور دنیا کے سامنے تصویر کا صحیح رخ پیش کیا جائے۔ کیونکہ لوگوں کے دماغوں میں اسلام کے ماضی کی طرف سے بدگمانی، اس کے حال کی طرف سے بے زاری، اس کے مستقبل کی طرف سے مایوسی، اسلام اور پیغمبر اسلام اور اسلامی ماخذ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے میں بہت بڑا حصہ ان علماء مغرب کا ہے جنہوں نے اسلامیات کے مطالعے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور جو ''اصلاح مذہب'' اور ''اصلاحِ قانونِ اسلامی'' کے لئے شدومد سے کوشاں رہے۔ ان کو عام طور پر مستشرقین Orientalist کہا جاتا ہے۔(۱) ان کی اصل حقیقت اس وقت سامنے آئی جب مستشرقین نے السنہ شرقیہ (مشرقی زبانوں) اور اسلامی علوم و آداب کے یک طرفہ مطالعہ تک ہی خود کو محدود نہ رکھا بلکہ آگے بڑھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام سے بغض و عناد کا کھلا مظاہرہ کیا۔ پھر یہی بغض و عناد پہلے پہل تو مشنری جذباتیت کا آئینہ دار رہا، لیکن کچھ عرصے کے بعد اس نے متعین مقاصد کے تحت علمیت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ یہ متعین مقاصد مسلمانوں کے کمزور پہلوؤں سے واقفیت حاصل کرنا، اسلام کے رد کے لئے مناسب دلائل فراہم کرنا اور مشنری سرگرمیوں کی توسیع اور ترقی تھے۔ انہی مقاصد کے حصول کے لئے کچھ ہی عرصے میں استشراق نے ایک تحریک اور مستقل رویئے کی شکل اختیار کرلی۔

تحریک استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کی علامت مانا جائے تو یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔ جس نے آنے والی صدیوں میں باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ جب اسلام کا ظہور ہوا اور ربع صدی کے اندر اندر جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر قریب کی ساسانی اور بازنطینی ریاستوں سے جاٹکرایا اور اپنے وقت کی ان عظیم طاقت ور ریاستوں کو مفتوح بنادیا ریاستیں بھی مفتوح ہوگئیں اور یہودیت اور عیسائیت کو بھی زک پہنچی۔ لہٰذا ان کا ایک گروہ اسلام دشمنی پر کمربستہ ہوگیا، رسول اللہ ﷺ کے معاصر یہود و نصاریٰ کی مخالفت کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے اسلام کے خلاف اس معاندانہ رویہ کا آغاز کیا۔ وہ ساتویں صدی عیسویں

---

* لیکچرار، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، کراچی، پاکستان

پینتالیس سال کی تیاری کے بعد ۱۵۸۶ء میں عربی مطبوعات کا سلسلہ یورپ میں شروع ہوا۔(۱۲) اس کی بدولت بے شمار عربی کتب مستشرقین کے ہاتھوں میں پہنچی۔ سولہویں صدی میں ہی لائیڈن میں بھی عربی شعبے کا قیام عمل میں آچکا تھا فرانسس وان راویلنجن (Francis Von Ravelingen) نے ۱۵۹۳ء سے وہاں عربی کی تدریس شروع کی۔ (۱۳)

سترہویں صدی میں مستشرقین یورپ نے نادر الوجود عربی کتابوں کے تراجم کرائے اور ان کو شائع کرایا۔(۱۴) یورپی ممالک میں جابجا عربی زبان کے شعبے قائم ہونے لگے۔ پوپ اربن ہشتم نے ۱۶۲۷ء میں روم میں کالج آف پروپیگنڈا (College of Propaganda) قائم کیا، جہاں مشرقی علوم کا سرگرمی سے مطالعہ کیا جانے لگا۔

۱۶۳۸ء میں آکسفورڈ میں شعبہ عربی کا قیام عمل میں آیا۔ ایڈورڈ پوکاک (Edward Pococke) (۱۵) اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے، اس کے علاوہ اسلامی علوم اور تہذیب وتمدن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک ادارہ ڈی ہربیلوٹ (D' Herbelot) کی سرکردگی میں قائم کیا گیا۔ اس ادارے نے ایک اہم کام یہ کیا کہ اسوقت تک جس قدر بھی مشرقی علوم پر کتابیں شائع ہوئی تھیں، ان کی ایک باقاعدہ فہرست مرتب کر کے شائع کردی۔ یہ "Bibliotheque Orientalo" ۱۶۹۷ء میں شائع ہوئی اسے مغرب میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مرتب کرنے کی اولین کوشش قرار دیا گیا ہے۔(۱۶) اس صدی میں کم تصانیف سامنے آئیں تاہم مستشرقین کے رویئے میں کچھ فرق ضرور نظر آتا ہے اور اس فرق کی اصل وجہ ان کے ماٰخذ (Sources) کی تبدیلی تھی۔ اس سے قبل مستشرقین اپنے روایتی مواد پر بھروسہ کرتے تھے۔ لیکن اب عربی زبان سے واقفیت اور عربی کتابوں کے حصول و اشاعت ومطالعہ نے انہیں حقائق سے نزدیک تر کردیا۔

شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ:

''اس دور کی خصوصیت اول یہ ہے کہ سنے سنائے عامیانہ خیالات کے بجائے کسی قدر تاریخ اسلام اور سیرت پیغمبر ﷺ کی بنیاد عربی زبان کی تصانیف پر قائم کی گئی۔ گو موقع بہ موقع معلومات سابقہ کے استعمال سے بھی احتراز نہیں کیا گیا۔ اس دور سے چونکہ یورپ نے مذہبی اشخاص کے شکنجہ سے نجات پائی اور اس کے سیاسی اور مذہبی امور الگ الگ ہو گئے، اس بناء پر اسلام کے متعلق مصنفین کی دو جماعتیں الگ الگ ہوگئیں۔ عوام اور مذہبی اشخاص اور محقق وغیر متعصب گروہ''۔(۱۷)

مغربی مصنفین اور دانشوروں میں ''مطالعہ مشرق'' کا یہ ذوق اٹھارویں صدی میں اور زیادہ نظر آتا ہے، مگر اب اس میں ایک تبدیلی یہ آئی کہ اسلام، پیغمبر اسلام اور اسلامی تہذیب وتمدن کے خلاف مغربی قلم کاروں کے متشددانہ اور متعصبانہ رویہ کے شانہ بشانہ معقولیت اور انصاف پسندی کا رجحان بھی نظر آنے لگا۔ سب سے پہلے ڈچ مستشرق ایچ۔

ریلان (H.Relan) نے آنحضرتﷺ کی جانب رویہ میں تبدیلی پیدا کی۔ اپنی معروف تالیف ''مذہب محمد'' (De Religione Mohiommedica) جو ۱۷۰۵ء میں شائع ہوئی، میں اس نے ازمنہ وسطیٰ کے خرافات سے رہائی کی کوشش کی اور اسلام اور محمدﷺ کے ساتھ انصاف کرنے کا مطالبہ کیا۔ غالباً یہ پہلا مستشرق تھا جس نے رواداری کا مطالبہ کیا اور یہ تحریک چلائی کہ مشرق کو اس کے اپنے مصادر اور مراجع کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔ مولف نے واضح طور پر تحریر کیا کہ یورپ میں اسلام کے علاوہ شاید ہی کوئی دوسرا مذہب اس قدر تمسخر کا شکار ہوا ہو۔ مولف نے اس امر پر بھی اصرار کیا کہ اصل اسلام کو کماحقہ سمجھنے میں خود عیسائیت کا فائدہ ہے۔ (۱۸)

اس تحریک کا اثر دوطرفہ ہوا۔ ایک طرف تو چند مصنفین ایسے سامنے آئے جنھوں نے واقعی غیر جانبداری سے اسلام کا مطالعہ شروع کیا، مثلاً کانٹ (Count de Boulainvillers) نے اپنی کتاب (Vie de Mahomet)، جو لندن سے ۱۷۳۰ء میں شائع ہوئی۔ میں اسلام اور حضرت محمدﷺ کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیا گیا، مولف نے اسلام کو پہلی بار ایک عقلی مذہب (Rotional Religion) قرار دیا اور رسول اللہﷺ کو نبی تسلیم کیا۔ تاہم دوسری طرف اس روادارانہ رویئے کے خلاف ایک طوفان مخالفت بھی اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طویل فہرست ایسے مصنفین کی سامنے آئی جنھوں نے اسلام کے مخالف لکھنے میں اپنے سلف کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ (۱۹)

اٹھارویں صدی کے اواخر میں یورپ کی سیاسی قوت اسلامی ممالک میں پھیلنی شروع ہوگئی، جس نے مستشرقین کی ایک کثیر التعداد جماعت پیدا کردی۔ جنھوں نے حکومت کے اشارہ سے السنہ شرقیہ کے مدارس کھولے، مشرقی کتب خانوں کی بنیادیں ڈالیں۔ ایشیاء ٹک سوسائٹیاں قائم کیں۔ مشرقی تصنیفات کی طبع و اشاعت کے سامان پیدا کئے اور مشرق میں لکھی جانے والی کتابوں کے تراجم کا کام بھی شروع کیا گیا۔ (۲۰) مسلمانوں کے یہاں عربی زبان میں سیرت و مغازی کی جو کتابیں محفوظ تھیں وہ ایک ایک کر کے 'باستثنائے چند' اٹھارویں صدی کے اواخر سے لے کر انیسویں صدی کے اختتام تک یورپ میں چھپ گئیں اور ان میں سے اکثر کا یورپی زبانوں میں ترجمہ بھی ہوگیا۔ (۲۱)

انیسویں صدی سے لے کر بیسویں صدی کے ربع اول ۱۸۰۱ء تا ۱۹۲۵ء تک کے زمانے کو تحریک استشراق کے عروج کا زمانہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دور مسلمانوں کے زوال اور مغرب کا دور عروج تھا، اس دور میں مغرب نے سیاسی، عسکری، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی میدانوں میں مسلسل بالادستی حاصل کئے رکھی اور رفتہ رفتہ سامراجی گرفت عالم اسلام پر مضبوط ہوتی گئی۔ جس کا لازمی نتیجہ تحریک استشراق میں سرگرمی کی صورت میں نکلا، اس دور میں مستشرقین کی تحریریں احساس برتری سے لبریز تھیں۔ (۲۲) اور انہوں نے تصنیف و تالیف کے ڈھیر لگا دیئے، اس دور میں مستشرقین کا معیار تحقیق واستدلال بھی بلند ہوا اور تحقیق اور جستجو میں انہوں نے ایسا کمال دکھایا جو آج بھی باعث حیرت ہے۔ اپنی سرگرمیوں کو منظم و مرتب کرنے کی ضمن میں مستشرقین نے اس دور میں متعدد تحقیقی ادارے قائم کئے، مثلاً سوسائٹی ایشیاٹک آف پیرس ۱۸۲۳ء، رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹین اینڈ آئر لینڈ ۱۸۲۳ء اور امریکن

اورینٹل سوسائٹی ۱۸۴۲ء وغیرہ۔ ان تمام اداروں نے جلد ہی اپنے اپنے رسائل اور جریدے نکالنے شروع کردیئے۔ چنانچہ ہندوستان سے The Muslim World کا اجراء، پیرس سے ۱۸۹۵ء میں Revaedel Islam کا اجراء، روس سے ۱۹۱۲ء میں Mir Islam کا اجراء وغیرہ۔ ان رسائل و جرائد اور مجلّات کی اشاعتی سرگرمیوں کا مقصد بظاہر تو یہ تھا کہ وہ اپنی تحقیقات سے دوسروں کو روشناس کراسکیں۔ لیکن بہ باطن مدعا اپنے پرانے استشراقی مقاصد کی تکمیل ہی تھا۔ (۲۳)

اسی دور میں مستشرقین نے اپنی پہلی عالمی کانگریس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا جو ۱۸۷۳ء میں منعقد ہوئی۔ اور بعد میں اس روایت کو قائم رکھا گیا۔ ان اجتماعات میں مختلف اداروں کی سرگرمیاں، کارکردگی، نتائج، اطلاعات کا تبادلہ، بڑے بڑے علماء وفضلاء کی شرکت، مقالات، خطبات، صلاح ومشورے، قراردادیں وغیرہ پیش ہوتیں۔ ان سب باتوں نے تحریک استشراق کو زیادہ فعال اور سرگرم بنادیا۔ (۲۴)

الغرض انیسویں صدی اور بیسویں صدی مستشرقین کا نقطہ کمال ثابت ہوا۔ اس صدی کے مصنفین نے تحقیقی میدانوں میں اپنا لوہا منوالیا اور مشرق پر ان کی تحقیقات کا مقابلہ خود مشرق نہ کرسکا۔ (۲۵)

بیسویں صدی کے ربع اول میں ختم ہوجانے والے دور کے بعد عہد جدید کا آغاز ہوتا ہے جو تا حال جاری و ساری ہے۔ پچھلے دور میں تحریک استشراق اپنے جس نقطہ کمال تک پہنچ چکی تھی پھر اس کے بعد غالباً اس میں پیش قدمی ممکن نہ رہی، اس لیے یہ سوال بجا طور پر پیدا ہوا کہ کیا یہ تحریک روبہ زوال ہوگئی ہے؟ (۲۶) یہ سوال ضرور اٹھایا گیا مگر حقائق اس کے برعکس تھے۔ مستشرقین کا انہماک توجہ بڑھ گیا۔ جز وقتی اسکالر کے بجائے کل وقتی علماء نے جگہ حاصل کی اور آکسفورڈ، کیمبرج، لندن اور مغرب کی دوسری جامعات میں قرآن، حدیث، فقہ، تصوف اور دوسرے اسلامی معاشرتی مباحث کے لئے باقاعدہ نشستیں مخصوص کی جانے لگیں۔ (۲۷)

یہ مطالعہ پرخلوص نہ تھا مگر اس سے بہر حال خال خال مفید نتائج ہی نکلے اور کعبہ کو صنم خانے سے بعض پاسباں مل گئے۔

المختصر تحریک استشراق مختلف ارتقائی منازل طے کرنے کے بعد، رواں صدی میں قدرے کمزوری سے جاری ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غالباً درست ہوگا کہ اس تحریک کو کمزور کرنے میں ہندوستانی علماء نے اپنا کردار ادا کیا۔

ہندوستانی علماء کا کردار :

مستشرقین کے منفی اثرات کے ازالے کے لئے ضروری تھا کہ علماء اسلام، محققین اور مفکرین اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ اور عالم اسلام کو صحیح اور قابل اعتماد معلومات اور اسلام کے صحیح تصورات اور حقائق سے روشناس کرائیں، اور زیادہ بہتر ہو کہ اگر یہ مکمل تحقیقی کام غیر ملکی زبانوں میں انجام دیا جائے کہ جن ہتھیاروں سے مستشرقین،

مشرق اور اسلام پر حملہ آور ہوئے ، انہی ہتھیاروں سے اسلام اور مشرق کا دفاع کیا جائے ۔لیکن افسوس کہ پورے عالم اسلام میں اتنا کچھ نہ ہوا کہ جسے مستشرقین کے کاموں کے مقابلے پر لایا جاسکے ۔(۲۸)

بقول سید ابوالحسن ندوی کے :

''یہ ملت اسلامیہ کی تاریخ کا انتہائی المیہ ہے کہ مسلم اقوام نے مسیحی دنیا کو عسکری اور سیاسی میدانوں میں شکست دے کر اس کے بہت سے علاقوں کو تو اپنی قلم رو میں شامل کر لیا اور وہاں (بالخصوص اسپین میں) اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش بھی ثبت کئے ۔ تاہم وہ حریف اقوام میں دین اسلام کی توسیع و اشاعت کی طرف سے غفلت اور شدید کوتاہی کی مرتکب ہوئیں ۔ مسلم حکومتوں اور مبلغین و دعاۃ دونوں نے اسلام کے پیغام کو یورپ کے قلب میں داخل کرانے کی کوشش ہی نہیں کی ۔''(۲۹)

نو آبادیاتی دور میں مسلم معاشروں کی دینی قیادت (علماء وصوفیاء) کی تمام تر قوت خارجی اثرات یعنی مغربی تہذیب وتمدن ، افکار ونظریات اور مسیحی مشنریوں کی یلغار کے مقابلے میں موروثی مسلمانوں کے دین وعقیدہ ، اسلامی علوم وفنون کی بقا کی کوششوں میں صرف ہونے لگی تھی ۔ یوں اس دور میں مغرب کی فاتح وحاکم اقوام کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنے کا کام اکثر و بیشتر نگاہوں سے اوجھل رہا ۔ حالانکہ یہ وقت کی اہم ضرورت تھی کہ عالمگیر مغربی زبانوں میں یا کم ازکم انگریزی ، جرمنی ، فرنچ اور ڈچ (۳۰) زبانوں میں اسلام ، پیغمبر اسلام اور فلسفہ اسلام کی صحیح تصویر پیش کی جاتی ۔لیکن یہ افسوسناک تاریخی حقیقت ہے کہ ایسا نہ ہوسکا۔

ایک جرمن نومسلم دانش ور ڈاکٹر مراد ہوف مین کہتے ہیں کہ :

''اسلام کو ان غلط فہمیوں کا جواب انہی لوگوں کے ذریعہ دینا چاہیئے جو مخاطبین اور سامعین کے سامنے ان کی بولی ،انہی کے لب ولہجہ میں بول سکیں ۔۔۔۔۔چنانچہ یہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بڑی خدمت ہوگی اگر مسلمان دانش ور خود کو بیک وقت کامیاب اہل علم کے ساتھ ساتھ اپنے عقیدہ اور مذہب کے قائل اور باعمل مسلمان کی حیثیت سے پیش کریں ۔(۳۱)

عالم اسلام میں البتہ یہ امتیاز اور فخر ہندوستان کو حاصل ہوا کہ اس سلسلہ کا سب سے بڑا کام یہیں انجام پایا ، باوجود اس کے کہ ہندوستان براہ راست برطانیہ کے زیر اقتدار تھا ، جو مغربی تہذیب وتمدن کا سب سے بڑا نمائندہ اور پر جوش داعی تھا ۔ نیز اس کا مغربی تعلیم کا سب سے بڑا ادارہ محمڈن اینگلو اورینٹل (M.A.O) کالج علی گڑھ (۳۲) عرصہ تک تجربہ کار انگریز فضلاء کے زیر اثر اور ان کی رہنمائی میں رہا ۔لیکن اس سب کے باوجود ہندوستانی مسلمانوں کا ذہنی شعور اور ان کی غیرت اسلامی دوسرے مسلم ممالک اور عرب ممالک کے مقابلے میں زیادہ نمایاں اور فعال رہی ۔

یہ حقیقت ہے کہ عہد جدید کی دنیا کئی معنوں میں عہد قدیم کی دنیا سے مختلف تھی ۔ نئے رجحانات ، نئے سیاسی منظر نامے اور معاشی وسماجی سطح پر ترقی یافتہ نظریات کا آغاز ہوا ۔ دو عالمی جنگوں کے نتیجے میں مشرقی ومغربی معاشروں

پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ مغربی استعمار کے خلاف جدوجہد آزادی تیز ہونے لگی اور استعماری قوتوں کی شکست و ریخت شروع ہوگئی۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے، یہاں بھی برطانوی استعمار کی گرفت کمزور پڑنے لگی تھی اور مقامی طور پر عسکری اور اسلامی تحریکوں کے نتائج کے طور پر ہندوستانی مسلمانوں میں علمی بیداری کا عمل شروع ہو چکا تھا، اردو علمی زبان کے طور پر سامنے آچکی تھی، تاریخی لحاظ سے جس طرح اردو میں سیرت نگاری کے حقیقی دور کا آغاز سرسید احمد خان اوران کے رفقاء سے ہوا۔ اسی طرح مستشرقین کے حوالے سے بھی مطالعہ وسیرت کا علمی محاذ سب سے پہلے دراصل سرسید احمد ہی نے کھولا اور اس حقیقت کے باوجود کہ سرسید کے دینی افکار میں تجدد کا رنگ نمایاں تھا۔ اور راسخ العقیدہ علماء کوان سے حد درجہ اختلاف تھا، اور ہے۔ سرسید نے جذبہ ایمانی اور خالص جرأت رندانہ سے کام لے کر اپنے ہم عصر مستشرق سرولیم میور (۳۳) کی دل آزار تصنیف The Life of Mohammed کی اشاعت پر خاموشی کو گناہ کے برابر خیال کیا اور تمامتر کم مائیگی کے باوجود خالص علمی سطح پر کتاب پر تنقید ومحاکمہ کر کے تاریخی حقائق واسناد پر مبنی ایک جوابی کتاب ''الخطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرت النبویہ'' لکھی۔ اس کتاب کی تصنیف کے لئے سرسید احمد خان نے ۱۸۶۹ء میں انگلستان کا سفر کیا۔ وہاں کی لائبریریوں میں کتابوں کی تلاش کی۔ وسیع مطالعہ کے بعد پہلے اردو میں یہ کتاب تحریر کی بعد ازاں اسکا انگریزی ترجمہ Essays on the Life of Mohammad لندن ہی سے ۱۸۷۰ء میں شائع کرایا۔ (۳۴) اور یوں انیسویں صدی کے اواخر سے گویا مستشرقین کے مقابلے میں ہندوستان سے ایک علمی تحریک کا آغاز ہوگیا۔ جسے بعد میں مزید توسیع وترقی حاصل ہوئی۔ اور جلد ہی مسیحیت کے رد اور عہد قدیم وعہد جدید، تورات اور انجیل پر فاضلانہ تنقید کے سلسلے کی اہم اور دقیق کتابیں مرتب ہوئیں۔ (۳۵)

اس موقع پر مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۳۳ء تا ۱۳۰۸ء)، (۳۶) کا تذکرہ برمحل ہوگا جنھوں نے ایک پادری فنڈر (Dr.C.G.Pfander) (۳۷) سے ایک مشہور ومعروف مناظرہ کیا تھا۔ (۳۸) پادری صاحب نے اپنی کتاب ''میزان الحق'' لکھ کر سمجھ لیا تھا کہ مسلمانوں میں اس کے جواب کی طاقت نہیں۔ مناظرہ کا اختتام اس طرح ہوا کہ پادری صاحب نے انجیل کے آٹھ مقامات پر تحریف ہونے کا اعتراف کرلیا۔ یہ مناظرہ تین دن کا تھا، دوسرے دن مجمع بہت زیادہ اکٹھا ہوگیا آخر کار تیسرے دن پادری صاحب مناظرہ ادھورا چھوڑ کر غائب ہوگئے۔ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد مولانا صاحب نے ایک معرکۃ آرا کتاب ''اظہار الحق'' تصنیف کی۔ جس میں اثبات حقانیت اسلام اور عیسائیت پر بڑی عالمانہ تنقید کی گئی ہے اس کتاب کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ انگلینڈ کے ایک معروف اخبار نے اس پر تبصرہ کیا کہ:

''اگر لوگ اس کتاب کا مطالعہ کرتے رہے تو دنیا میں مسیحیت کی ترقی نہ ہو سکے گی''۔ (۳۹)

اظہار الحق کے علاوہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تین اور تصانیف ہیں جوسب کی سب اسی موضوع کا احاطہ کرتی ہیں۔ جن میں ایک ''ازالۃ الاوہام'' ، ''ازالۃ الشکوک'' اور ''اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث'' شامل ہیں۔

مستشرقین کے مقابل میں شروع ہونے والی اس تحریک کا ایک اور نمایاں نام سید امیر علی (۱۸۴۹ء تا ۱۹۲۸ء) (۴۰) کا ہے۔ جو نہ صرف مسلمانان ہند کے ایک لیڈر تھے، بلکہ مشہور قانون دان ہونے کے ساتھ ساتھ سماجی کارکن بھی تھے۔ تاہم ان کا بنیادی کام ایک مصنف کی حیثیت سے نمایاں ہوا۔ لندن میں حصول علم کے دوران انہوں نے اسلام کے متعلق مغربی نظریئے کے جواب میں، رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور رسالت پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا جو ۱۸۷۳ء میں لندن سے شائع ہوا۔ یہی مقالہ آپ کی اس مفصل تصنیف کی ابتدائی کڑی تھا جو آخر کار The sprit of Islam کے عنوان سے منظر عام پر آئی۔ (۴۱) اسلام کے متعلق ان کی یہ جدید طرز کی تصنیف بہت مقبول ہوئی اور اس کتاب نے برطانیہ کے علمی و ادبی حلقوں کو اعتراف و تحسین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ انگریزوں کی ایک تعداد کو اسلام کی صداقت اور حقانیت تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔

مستشرق OSBORN امیر علی کی اس کتاب کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

''یہ کتاب یقیناً داد و تحسین کی مستحق ہے۔ اس کا طرز بیان بتاتا ہے کہ مصنف کو انگریزی زبان پر بھرپور قدرت ہے، کم ایسے اہل زبان ہو گے جو مصنف کے اسلوب کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ اسلوب ان عیوب و نقائص سے پاک ہے، جن میں ہندوستان کے انگریزی تعلیم یافتہ عام طور پر مبتلا ہیں، مسلمانان ہند کو مبارک ہو کہ ان میں ایسے مقام پر فائز افراد موجود ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ جس کا نقش اول یہ کتاب ہو وہ مستقبل میں فعال کردار ادا نہ کر سکے۔ جہاں تک کتاب کے موضوع کا تعلق ہے ہم بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ جس کا ذکر بعد میں کریں گے''۔ (۴۲)

سید امیر علی کی دوسری اہم تصنیف A short history of Saracens ہے۔ (۴۳) اس تصنیف نے گزشتہ اسلامی تاریخ کے بارے میں مغرب میں نیا انداز فکر پیدا کیا۔ اپنی ان دو تصانیف کے علاوہ انہوں نے مضامین لکھنے کا سلسلہ مستقل جاری رکھا۔ یہ مضامین ایک رسالہ بعنوان The Nineteenth Century میں چھپتے رہے۔ جن کے ذریعہ انہوں نے اسلام کی حقانیت دنیا کے سامنے پیش کی۔ ان کی تاریخی اہمیت زیادہ تر اس بات میں مضمر ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنی تصانیف کے ذریعہ یورپ میں اسلام کے متعلق ایک سازگار فضا تیار کی بلکہ مغرب زدہ مسلمانوں میں بھی اسلام کو بنظر استحسان دیکھنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ (۴۴)

تاہم جو شہرت عام اور بقائے دوام شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۴ء) کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق ''سیرۃ النبی ﷺ'' صرف سیرت ہی کی کتاب نہیں ہے بلکہ مستشرقین کے اعتراضات کا شافی علمی جواب بھی ہے۔ کتاب کا مقدمہ جو نقد فن سیرۃ پر ہے اس میں سیرۃ پر لکھی جانے والی یورپی تصنیفات پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ (۴۵)

جب سیرۃ النبی ﷺ کا بنیادی خاکہ تیار کیا گیا تھا تو اس کے پانچ حصے تھے پانچویں حصے کے بارے میں علامہ

شبلی نعمانی کہتے ہیں:

''پانچواں حصہ خالص یورپین تصنیفات سے متعلق ہے یعنی یورپ نے آنحضرت ﷺ اور مذہب اسلام کے متعلق کیا لکھا ہے؟ ان کا سرمایہ معلومات کیا ہے؟ تاریخی واقعات میں وہ کیونکر غلطیاں کرتے ہیں؟ مسائل اسلام کے سمجھنے میں ان سے کیا کیا غلطیاں ہوئیں؟ آنحضرت ﷺ کے اخلاق و عادات یا مسائل اسلام پر جو نکتہ چینیاں کی ہیں، ان کے جوابات ....'' (۴۶)

گویا شبلی نعمانی نے اپنے سلسلہ سیرت النبی ﷺ کی ایک جلد مغربی مصنفین اور مستشرقین کی سیرت طیبہ پر اعتراضات کے جوابات اور ان کی غلط بیانیوں کی اصلاح کے لئے مخصوص کی تھی۔ اور دفتر میں اس کے لئے ایک خاص شعبہ ''شعبہ تصحیح اغلاط تاریخی'' بھی قائم کیا جن کا کام مستشرقین کی کتابوں کو اکٹھا کرنا اور پھر اس سے وہ تمام مواد الگ کرنا جس میں رسول اللہ ﷺ کے اور اسلام کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا گیا تھا۔ اس شعبہ نے ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے شدید تگ و دو کی اور جلد ہی مولانا کے دفتر تصنیف میں مستشرقین کی کتابوں کا ایک اچھا خزانہ جمع ہو گیا۔ (۴۷) مولانا شبلی کے زمانے تک اس شعبے میں جتنا کام ہوا تھا وہ مبیضہ کی شکل میں بہت دنوں تک موجود رہا۔ چونکہ ترتیب کے لحاظ سے اسکی اشاعت سب سے آخر میں رکھی گئی تھی۔ اس لئے طبع و اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔

دارالمصنفین بھی مولانا شبلی ہی کا خواب تھا، جس کا نقشہ ابوالکلام آزاد کے ہفتہ روزہ ''الہلال'' میں انہوں نے ۱۹۱۴ء میں شائع کرایا تھا، مگر اس سے پہلے کہ وہ اس ادارے کی باضابطہ تشکیل کرتے ان کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا اور مولانا اس کی تعمیر کی حسرت لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس ادارے کی تشکیل اور پرورش کا خواب ان کے جانشین اور ممتاز شاگرد سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء تا ۱۹۵۳ء) کے ہاتھوں پورا ہوا۔ ایک اطلاع کے مطابق علامہ مرحوم کی رحلت کے صرف تین دن کے بعد ہی ۲۱ نومبر ۱۹۱۴ء کو دارالمصنفین کا قیام عمل میں آ گیا۔ (۴۸)

علامہ شبلی نعمانی کی معرکۃ آراء سیرت النبی کے علاوہ بھی کئی تصانیف ہیں، مثلاً الفاروق، الجزیہ فی الاسلام، حقوق الذمیین، کتاب خانہ اسکندریہ، اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر، علامہ شبلی نعمانی کی وہ تصانیف ہیں جن میں انہوں نے انگریز مصنفین کے اعتراضات اور الزامات کا بھرپور جواب دیا ہے۔۔ جرجی زیدان کی ''تاریخ التمدن اسلامی'' کے جواب میں شبلی نعمانی کا رسالہ ''الانتقاد علی التمدن اسلامی'' قابل ذکر ہے۔ جس میں جرجی زیدان کی تدلیس کا پردہ فاش کیا گیا ہے۔ (۴۹)

علامہ شبلی کی وفات سے علمی سفر کا اختتام نہ ہوا بلکہ ان کے لائق شاگردوں کی ایک جماعت نے اس سفر کو مزید آگے بڑھایا اور دارالمصنفین کے تحت وہ شاہکار سامنے آئے کہ جس کے بعد مستشرقین کے طوفان پر بآسانی بند باندھ دیا گیا۔

شبلی کے لائق شاگردوں میں سرفہرست سید سلیمان ندوی تھے، انہوں نے علامہ کی وفات کے بعد سیرت النبی

کی باقی چار جلدیں لکھیں اور اپنے استاد کے ادھورے رہ جانے والے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ مستشرقین کے حوالے سے سید سلیمان ندوی کا درجہ نہایت صائب معلوم ہوتا ہے ایک طرف وہ مشرقی علوم کے حوالے سے مستشرقین کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں، تو ساتھ ہی وہ اسلام اور سیرۃ کے حوالے سے ان کے عزائم کو بھی خوب پہنچانتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی نے اپنے استاد کے خواب 'دارالمصنفین' کو پورا کیا تو ساتھ ہی اس کے لوازم پر بھی بھر پور توجہ کی اور مشہور ومعروف ماہنامہ ''معارف'' کا اجرا کیا۔ ماہنامہ معارف کے اجراء کے مقاصد میں ایک یہ بھی تھا کہ اسلام اور اسلامی علوم وفنون کی تاریخ مرتب کی جائے اور جدید اسلوب و انداز کے مطابق پیش کیا جائے۔ چناچہ سید صاحب نے خود بھی تاریخ اسلام اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے علمی و تمدنی پہلوؤں پر مقالات لکھے اور مستشرقین کے تعصّبات پر مبنی بیانات کی تردید کی۔ سید صاحب دارالمصنفین سے بتیس ۳۲ سال وابستہ رہے، اس دور میں انہوں نے دو درجن سے زائد علمی و ادبی، تحقیقی اور تاریخی کتابیں سپرد قلم کیں۔ اپنے اور علامہ شبلی کے رفقاء اور تلامذہ کو جمع کیا۔ ان کے زمانہ نظامت میں سیکڑوں کتابیں شائع ہوئیں اور اس طرح سید ساحب نے اپنی مسلسل محنت اور کوششوں سے دارالمصنفین کو ہندوستان کا ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کا ایک موقر علمی اور تصنیفی ادارہ بنا دیا جس نے مسلمانوں کی علمی و فکری اور سیاسی تاریخ کی تدوین کے ساتھ ساتھ تاریخ نویسی کا بلند معیار دنیا کے سامنے پیش کیا۔

سید سلیمان ندوی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ارض القرآن میں انہوں نے قرآنی عہد، انبیاء کے ظہور، اور ان کی سرگرمیوں کے مراکز کا تاریخی اور جغرافیائی جائزہ لیا، عربوں کی تاریخ، اسلام سے قبل کی فتوحات، عرب کے دیگر علاقوں سے تجارتی اور سفارتی تعلقات، ان علاقوں کی زبانوں اور ثقافت اور تہذیب پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وجہ تصنیف خود سید صاحب کی نظر میں یہ تھی:

''اس تصنیف کا مقصد یہ ہے کہ قدیم و جدید معلومات کی تطبیق کے ساتھ ارض القرآن (عرب) کے حالاتمذکورہ کی اس طرح تحقیق کی جائے کہ قرآن مجید کی صداقت اور معترضین کی لغزش علی الاعلان آشکارہ ہو جائے''۔ (۵۰)

ارض القرآن کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف 'عرب و ہند کے تعلقات' 'عربوں کی جہاز رانی، خطبات مدارس، (۵۱) اور سیرت عائشہؓ وغیرہ۔ یہ سیرت نبوی اور تعلیمات نبوی پر نہایت طاقتور، موثر، پرمغز اور پر از معلومات کتابیں ہیں۔ بلاشبہ سید صاحب، وسعت مطالعہ، حدیث و فقہ کے اولین ماخذ سے گہری واقفیت اور اختلافی و کلامی مسائل میں جمہور اہلسنت والجماعت کے مسلک کی پابندی میں اپنے استاد پر بھی فوقیت لے گئے۔ سید صاحب کے گرد سنجیدہ اہل قلم اور تحقیقی کام کرنے والوں کی ایک جمعیت اکھٹا ہوگئی، جس میں زیادہ تر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل نوجوان تھے۔ ان حضرات نے بھی انہی مقاصد کو مدنظر رکھا اور اسی نہج پر علمی و تحقیقی سفر جاری رکھا، جس کی بنیاد شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی نے ڈالی تھی، یہ وہ حضرات تھے کہ جنھوں نے دارالمصنفین کے پلیٹ فارم سے مستشرقین کے طوفان کا مقابلہ کیا، صرف دفاع ہی نہ کیا بلکہ اس طوفان کے زور کو توڑ کہ رکھ دیا۔ (۵۲)

دار المصنفین کے بعد دہلی سے ۱۹۳۸ء میں ندوۃ المصنفین قائم ہوئی جس کے بانی مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی تھے۔ (۵۳) ان کا سب سے مشہور و معروف رسالہ ''برہان'' تھا اس مجلس سے بھی بہت سے اہم اور قابل قدر مطبوعات شائع ہوئیں، (۵۴) ان مطبوعہ کتابوں کی تعداد سو سے زائد ہے۔

یہاں ان ہندوستانی علماء کا تذکرہ، جنھوں نے مستشرقین کا کھل کر مقابلہ کیا ، ادھورا رہے گا اگر سید مناظر احسن گیلانی (۵۵) مولانا عبد الماجد دریا بادی (۵۶) اور مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی (۵۷) کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ مودودی صاحب کی تصانیف اور مضامین میں معذرت آمیز اور مدافعانہ اسلوب کے بجائے اقدامی اور خود اعتمادی سے بھر پور اسلوب پایا جاتا ہے۔ ان کے علمی کارناموں میں الجہاد فی السلام، تفہیمات اور تفسیر تفہیم القرآن کے علاوہ تقاریر اور کتابچوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔

ہندوستان کے علماء کی طرف سے یہ تحقیقی اور علمی سرگرمیاں عروج پر تھیں اور مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر اور اس کے اثرات دھونے اور زائل کرنے کی کوشش جاری تھیں جس میں مدافعانہ رنگ بھی جھلکتا تھا اور جارحانہ بھی۔ کہ فرانس سے ایک بالکل اچھوتا اور نیا انداز سامنے آیا، یہ حیدر آباد دکن کے فرزند ڈاکٹر محمد حمید اللہ تھے اور فرانس میں حیدر آباد دکن کے سقوط کے بعد سے پناہ گزین تھے۔ ان کا رویہ خالص علمی و تحقیقی تھا، جارحانہ یا منتقمانہ نہیں تھا۔ وہ اپنے انداز تحقیق و تحریر کے بارے میں کہتے ہیں کہ

''میرا اصول رہا ہے کہ کسی پر اعتراض نہ کروں بلکہ واقعات کو اس طرح پیش کروں کہ لوگ اپنے ممکنہ اعتراض کا جواب خود ہی پالیں''۔ (۵۸)

استشراق سے نمٹنے کی صلاحیت ڈاکٹر محمد حمید اللہ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ وہ ان ہتھیاروں سے مسلح تھے جن کی ایسی نظریاتی جنگوں میں ضرورت پڑتی ہے۔ جس میں سب سے موثر ہتھیار ان کی زبان دانی تھا۔ ڈاکٹر صاحب مشرق و مغرب کی نو زبانوں پر قدرت رکھتے تھے۔ (۵۹) مطالعہ اور گفتگو کی علمی استعداد نے مغربی مستشرقین کی کسی بھی تحریر تک ان کی رسائی کو آسان بنا دیا تھا، جس نے ڈاکٹر صاحب کو بھر پور موقع فراہم کیا کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں غلط تصورات کو دھونے کی کوشش کریں، لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا اور جہاں بھی ضروری محسوس کیا وہاں علمی و تحقیقی جوابات فراہم کئے۔ مگر محاذ آرائی کی فضا قائم نہ ہونے دی۔ مثلاً فرانس میں جس کو مستشرقین کے مولد اول ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (۶۰) فرانسیسی علماء کو ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا یوں جواب دیا کہ قرآن پاک کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کر دیا اور سیرت پاک پر ایک ضخیم کتاب تصنیف کر دی اس طرح قرآن اور پیغمبر اسلام کے حوالے سے مغربی اذہان میں اٹھ سکنے والے تقریباً تمام سوالات کے جوابات فراہم کر دیئے۔

حدیث کے باب میں سب سے پہلے نو دیکی Noldeke نے صحت حدیث پر شبہ کا اظہار کیا تھا۔ جس کو گولڈ زیہر نے انکار حدیث کی حد تک پہنچا دیا، اور حدیث کو یوں غیر معتبر کیا کہ یہ احادیث کے مجموعے تیسری صدی ہجری

میں مرتب ہوئے لہذا بے اعتبار ہیں اس کے جواب میں ڈاکٹر حمید اللہ نے مجموعہ الوثائق السیاسیہ میں عہد نبوی کی ۳۸۹ تحریریں اکھٹی کر کے ثابت کر دیا کہ احادیث کی کتابت عہد نبوی ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ پھر انہوں نے صحیفہ ہمام بن منبہ دریافت کر کے اسے ایڈٹ کیا تو گویا انہوں نے احادیث امام بخاری کو سند سے، احادیث ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تک پہنچا دیا۔ اس شاندار دریافت کے بعد اب احادیث کے حوالے سے مستشرقین خاموش ہیں۔ سیرت کے حوالے سے بھی ڈاکٹر صاحب کا کام قابل قدر ہے انہوں نے رسول اللہ کی سیاسی زندگی، غزوات، سفر ہجرت اور خطوط و وثائق کی تلاش وترتیب میں گرانقدر خدمات انجام دیں، ان کی زیادہ تر تصانیف انہی موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں، ان کے علاوہ خطبات اور مقالات کا ان گنت خزانہ بھی موجود ہے۔ البتہ انہوں نے علیحدہ سے تحریک استشراق یا مستشرقین پر کوئی مقالہ یا کتاب تصنیف نہیں کی۔ بلکہ مستشرقین کے درمیان رہ کر ان کی علمی غلطیوں کی اصلاح انہی کی زبان میں کی، اور انہی کے رسائل وجرائد میں اپنے مقالات شائع کروائے۔

یہی وجہ ہے کہ آج بیشتر مورخین تحریک استشراق کا شدید ردعمل پیش کرنے میں ہندوستانی علماء کا ایک بڑا حصہ تسلیم کرتے ہیں۔ اس درجہ کا ردعمل کسی اور اسلامی ملک میں نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی (۶۱) نے دار لمصنفین میں منعقدہ بین الاقوامی سیمنار ''اسلام اور مستشرقین'' میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا۔

''ان استشراقی کوششوں کو ہندوستانی علماء نے خوب سمجھا ہے اور ان کے جوابات دیئے ہیں ۔۔۔۔۔۔ لہذا ہندوستان میں دار لمصنفین اور ندوۃ العلماء نے اس قسم کی کتابوں کا جائزہ لیا اور اپنے جوابات لکھے۔ (۶۲)

بلاشبہ ہندوستانی علماء کرام کی ان مخلصانہ اور انتھک کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مستشرقین کے اسلام پر جارحانہ حملوں میں وہ جان نہیں رہ گئی۔ اب وہ صرف پرانے ہتھکنڈوں کو دوبارہ آزمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس کی حقیقی علما کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہوسکتی۔

حواشی وحوالہ جات

۱- مصطفٰے سبائی، ڈاکٹر، ''المستشر قون والاسلام''، مترجم، مولانا سلیمان شمسی ندوی، ۱۱، (لاہور۱۹۸۲ء)۔

۲- جان بنیادی طور پر ایک مذہبی عالم، مصنف، مشرقی کلیسا کا فارغ التحصیل، راہب اور پادری تھا۔ اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف نفرت اور دشمنی کی تحریک کا آغاز کیا۔ تحریک منافرت کا منفیانہ دور شروع کیا، اور بازنطینی تاریخی روایات کا مصدر اول تسلیم کیا گیا۔

۳- حبیب الحق ندوی، سید، ''اسلام اور مستشرقین'' مقالہ در ماہنامہ' معارف' (اعظم گڑھ) مئی ۱۹۸۳ء، ص:۳۳۳ تا ۳۳۲۔

۴- ایضاً۔

۵- لٹریچر کی تفصیلات کے لئے دیکھئے ''اسلام اور مستشرقین''، ص:۳۳۳ تا ۳۳۵۔

۶- مسلمانوں اور اسلام کو مٹانے کے لئے صلیبی جنگیں تقریباً پانچ سو سال جاری رہیں۔ ان پانچ صدیوں میں وقفہ وقفہ سے یورپ کی مشترکہ عسکری قوت مسلمانوں کے مقابل صف آراء ہوئیں۔ ۱۰۹۹ء میں پہلی خون آشام جنگ ہوئی، دوسری صلیبی جنگ ۱۱۴۴ء میں لڑی گئی، تیسری معروف صلیبی جنگ سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہنشاہ انگلستان رچرڈ کے درمیان ۱۱۸۹ء سے ۱۱۹۳ء تک جاری رہیں۔ چوتھی صلیبی جنگ ۱۲۰۳ء تا ۱۲۰۴ کے درمیاں ہوئی۔ ۱۲۱۷ء میں پانچویں اور چھٹی صلیبی جنگ ۱۲۲۸ء میں پیش آئی۔ جب یہ تمام کوشش ناکام ہوگئیں تو مسلمانوں کی تاراجی کے لئے اہل صلیب نے منگول قوت کے ساتھ مل کر عسکری اتحاد قائم کیا جس کے نتیجے میں زوال بغداد کا واقعہ ۱۲۵۸ء میں پیش آیا (یہ گویا ساتویں صلیبی جنگ تھی) آٹھویں جنگ ۱۲۷۱ء میں، نویں ۱۳۶۵ میں، اور دسویں اور آخری صلیبی جنگ ۱۴۶۴ء میں پیش آئی (حبیب الحق ندوی، اسلام اور مستشرقین، ۳۳۶ تا ۳۳۷) صلیبی جنگوں کی پانچ سو سالہ تاریخ کے دوران مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو لٹریچر پیدا کیا، اس کا جائزہ بھی اس مقالے میں موجود ہے۔

۷- محمد اسد، The Road Map to Makkah (اسلامک بک سروس، دہلی ۲۰۰۴) ص:۷۔

۸- اس رزمیہ نظم کے مباحث، زمانہ تصنیف اور یورپی ادب پر اس کے اثرات کے لئے دیکھئے، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ج:۲، ۱۹۷۴، ص:۷۴۰۔

۹- عبدالقادر جیلانی، ڈاکٹر ''اسلام، پیغمبر اسلام، اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر'' (بیت الحکمت، لاہور ۲۰۰۵ء) ص:۱۵۰۔

۱۰- شبلی نعمانی ، سیرۃ النبی (مطبع معارف اعظم گڑھ، طبع چہارم) ج:۱،ص:۹۶-۹۵۔

۱۱- گیام پوسٹل فرانسیسی مستشرق تھا (۱۵۱۰ء تا ۱۵۸۱ء) وہ اپنے زمانے کا زبردست مسیحی عالم تھا۔ اس کا اصل کام ابجدیات پر ہے۔ ایڈورڈ سعید نے لکھا ہے کہ پوسٹل کا شمار یورپی نشاۃ الثانیہ کے مستشرقین میں ہوتا ہے۔ پوسٹل اس بات کا مدعی تھا کہ وہ اپنی زبان دانی کے باعث ایشیاء سے لے کر چین کی سرحدوں تک بغیر کسی مترجم کے سفر کرسکتا ہے۔ (دیکھئے، ایڈورڈ سعید۔ Orientalism ، پینگوئین بکس، انگلینڈ ۲۰۰۳ ، ص:۵۱)

۱۲- ڈاکٹر نثار احمد، ''مستشرقین اور مطالعہ سیرت'' مقالہ در 'نقوش' رسول نمبر (ادارہ فروغ اردو، لاہور ۱۹۸۵ء) ص:۵۰۲۔

۱۳- ''اسلام، پیغمبر اسلام، اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر'' ص:۱۵۱۔

۱۴- ان تصنیفات کی تفصیل کے لئے دیکھیے، سیرۃ النبی -ص:۹۰-۸۹۔

۱۵- سترھویں صدی کا مشہور انگریز مستشرق (۱۶۰۴ء تا ۱۶۹۱ء) پوکاک نے چند عربی کتب کے ترجمے کئے، نیز حقیقت، فسانہ، اور تحریفات کے درمیان فرق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے سیرت محمدی ﷺ پر نظر کی اور بعض افسانوں کو مسترد کر دیا (حبیب الحق ندوی، ص:۳۴۷۔)

۱۶- نثار احمد، ڈاکٹر، ص:۵۰۳، نیز عبدالقادر جیلانی۔ ڈاکٹر، ص:۱۵۱

۱۷- شبلی نعمانی، مقدمہ سیرۃ النبی، ج: ۱ ،ص:۸۹۔

۱۸- ''اسلام اور مستشرقین'' ص:۳۴۹۔

۱۹- مصنفین کے بارے میں تفصیلات کے لئے دیکھیے ڈاکٹر حبیب الحق ندوی کا مقالہ ''اسلام اور مستشرقین''

۲۰- سیرۃ النبی، ص:۹۰۔

۲۱- ایضاً ص:۹۱۔

۲۲- ''اسلام، پیغمبر اسلام، اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر'' ص:۱۹۸۔

۲۳- ''مستشرقین اور مطالعہ سیرت'' ص:۵۰۹ تا ۵۱۷۔

۲۴- مستشرقین کی ان عالمی کانفرنسوں کے احوال کے لئے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ کے مختلف شماروں میں ڈاکٹر حمید اللہ کے خطوط دیکھیے اور مدد حاصل کیجیے۔ محمد سہیل شفیق، ''اشاریہ معارف اعظم گڑھ'' (قرطاس، کراچی۔ اپریل ۲۰۰۶)۔

۲۵- اس صدی کے مستشرقین کے حالات و واقعات کے لئے دیکھئے سید سلیمان ندوی کا طویل مقالہ در ''الندوہ'' لکھنو، مئی ۱۹۱۲ء۔

۲۶- ج، شاخت، ص:۶۲۔

۲۷- زکریا ہاشم ''المستشرقون والاسلام'' ص:۱۶۹۔

۲۸- بطور خاص وہ اہم اسلامی ممالک یعنی ترکی، مصر اور ایران جن کو انیسویں صدی کے وسط ہی سے مغربی تہذیب و تمدن علوم و فنون، افکار و اقدار کا براہ راست سامنا کرنا پڑا۔ یہاں ہونے والا تحقیقی کام ایسا نہ تھا کہ جسے مستشرقین کے کارناموں کے سامنے لایا جاسکے۔

۲۹- ندوی، ابوالحسن علی ''نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں''، (کراچی، ت ن)، ص:۶۱۔

۳۰- یہ وہ زبانیں ہیں جن میں سب سے زیادہ مستشرقین کی تحریریں پائی جاتی ہیں۔

۳۱- مراد ہوف مین ''خطبات بیادخرم مراد'' مترجم سید راشد بخاری (سہ ماہی، مغرب اور اسلام، ج ۴ ،شمارہ ۳، ۴، دسمبر ۲۰۰۰ء) ۴۶ ،۴۷، ص:۹۱۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے ، وہی مصنف، ''مستقبل اسلام کے سائے میں'' (نئی دہلی ،۲۰۰۰)، ص:۳۲۔

۳۲- سرسید احمد خان نے اپنی تعلیمی تحریک کے سلسلہ کا سب سے بڑا کام محمڈن اینگلو اورینٹل اسکول کی صورت میں پیش کیا جس کا قیام ۲۴/مئی ۱۸۷۵ء میں عمل میں آیا، ۱۸۷۸ء میں اس اسکول نے کالج کا درجہ حاصل کرلیا، اس کالج نے ایسے ایسے عظیم لیڈر پیدا کئے جو آگے چل کر ہندوستان کی سیاست پر چھا گئے۔ ۱۹۲۰ء میں اس کالج نے یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرلیا۔

۳۳- سر ولیم میور (۱۸۱۹ء تا ۱۹۵ء) ایک مشہور انگریز مستشرق تھا، جس نے ہندوستان میں کئی سال گزارے۔ صوبجات متحدہ آگرہ اور اودھ کا لیفٹنٹ گورنر تھا، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں آگرہ میں شعبہ فارسی کا سربراہ تھا۔ اس کا بھائی جان میور (۱۸۱۰ء تا ۱۸۸۲ء) بھی ایسٹ انڈیا کمپنی میں تھا۔ ولیم متعدد کتابوں کا مصنف تھا۔ مذکورہ کتاب The Life of Mohammad چار جلدوں میں پہلی بار ۱۸۵۸ء تا ۱۸۶۱ء کے دوران شائع ہوئی۔ یہ کتاب میور نے ایک مشہور یورپی پادری Pfander کی فرمائش و اصرار پر لکھی تھی۔ (ندوی، ابوالحسن ، ''اسلامیات، مغربی مستشرقین اور مسلمان مصنفین'' مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو ۱۹۸۲ء) ص:۲۴ و مابعد۔

۳۴- دائرہ معارف اسلامیہ، 'احمد خان، سید' (ج:۲، دانشگاہ پنجاب، لاہور ۱۹۸۰ء)، ص:۱۱۶ تا ۱۲۲۔

۳۵- ندوی، ابوالحسن علی، ''اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین'' (مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنو ۱۹۸۲ء)، ص:۲۷۔

۳۶- مولانا رحمت اللہ کی شخصیت میں اس عظیم کام کو انجام دینے کی تمام تر علمیانہ اور مناظرانہ صلاحیتیں موجود تھیں، ما سوائے انگلش زبان کے، اس کمی کو ان کے معاون ڈاکٹر محمد وزیر خان اکبر آبادی نے پورا کیا۔ وہ میڈیسن کی تعلیم کے لئے انگلستان گئے تو وہاں سے مسیحیت پر بنیادی ماخذ اور قیمتی کتابیں اپنے ساتھ لے آئے۔ جس سے مولانا نے اپنی علمی و تحقیقی سرگرمیوں میں بھرپور استفادہ کیا۔

۳۷- پادری فنڈر ایک مشہور مستشرق گزرا ہے، خود بھی ایک مصنف تھا اور اسلام کے مخالفین میں سرفہرست۔ ولیم میور نے اپنی مشہور کتاب اسی کی فرمائش پر لکھی تھی۔

۳۸- یہ تاریخی مناظرہ، ۱۱ رجب ۱۲۷۰ھ/ ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو اکبر آباد، آگرہ میں منعقد ہوا، جس میں ضلع کے حکام، انگریز افسران، اور معززین شریک ہوئے تھے اور ایک کثیر مجمع اکٹھا ہو گیا تھا (ابوالحسن ندوی، ص:۲۶)۔

۳۹- ملاحظہ ہو ''مقدمہ اظہار الحق'' قطر ۱۹۸۱ء۔

۴۰- سید امیر علی کا تعلق سادات خاندان سے تھا، بنیادی طور پر قانون دان تھے، اور غیر ممالک میں قانون کی تعلیم کی غرض سے کچھ عرصہ رہے۔ بعد میں ان کی دلچسپی سیاست میں بڑھ گئی اور اس میدان میں سرگرم ہو گئے، خدمت خلق کے سلسلے میں بھی ان کی خدمات نمایاں ہیں، آپ لندن میں برطانوی ہلال احمر سوسائٹی کے سرکردہ بانیوں میں سے تھے۔ لندن ہی میں مسلم لیگ کی ایک شاخ کھولی اور تحریک خلافت کے ایک قائد کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے رہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۳، ص:۲۷۱)۔

۴۱- دوسری اشاعت ۱۸۹۱ء میں، پھر اصلاح شدہ نسخہ ۱۹۲۲ء میں سامنے آیا، ایک اور اشاعت ان کے انتقال کے بعد ۱۹۵۳ء میں ہوئی۔ (ایضاً، ص:۲۷۲)۔

۴۲- ماخوز از ''زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث'' از احمد امین، ڈاکٹر، ص:۱۴۰۔

۴۳- اس کتاب کی دس طباعتیں ہو چکی ہیں، تصحیات کے بعد ۱۹۵۱ء میں منظر عام پر آئی، اس کتاب کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔

۴۴- دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۳، ص:۲۷۲۔

۴۵- سیرۃ النبی ج:۱، ص:۸۶ تا ۹۹۔ ۴۶- ایضاً، ص:۱۰۲-۱۰۳۔

۴۷- تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ سیرۃ النبی، ص:۹۲ تا ۹۵۔

۴۸- تاہم ادارے کی رجسٹریشن کی تاریخ ۴ جون ۱۹۱۵ء ہے۔ (سفیر اختر، ڈاکٹر ''سید مودودی اور ماہنامہ معارف'' دار المعارف۔ مارچ ۱۹۹۴ء) ص:۱۹۔

۴۹- اثری، ابوعلی، ''سید سلیمان ندوی'' (دائرہ معارف، گوجرانوالہ ۱۹۸۶ء) ص:۱۵۔

۵۰- سلیمان ندوی، سید، ''ارض القرآن'' (۱۹۱۵ء) ص:۳۔

۵۱- خطبات مدارس کا ترجمہ بلاد عربیہ میں ''الرسالۃ المحمدیہ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

۵۲- تفصیلات کے لئے دیکھئے، ''اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین''، ص: ۴۲ تا ۴۸۔

۵۳- ایضاً، ص: ۴۸۔

۵۴- ندوۃ المصنفین کی اہم مطبوعات میں، ترجمان السنہ، قصص القرآن، صدیق اکبرؓ، اور تاریخ مشائخ چشت، جیسی قابل قدر کتابیں شامل ہیں۔

۵۵-گیلانی، مناظر احسن (۱۸۹۲ء تا ۱۹۵۷ء) جامعہ عثمانیہ کے ایک استاد جن کو بسیار نویس کہا جاتا ہے۔ان کی تصانیف میں تدوین قرآن، تدوین حدیث النبی الخاتم، ظہور نو، اسلامی معاشیات، اسلام اور نظام جاگیری، ہمارا نظام تعلیم و تربیت وغیرہ شامل ہیں۔

۵۶- دریابادی، عبدالماجد، کی وجہ شہرت ان کا مفسر قرآن ہونا ہی نہیں، بلکہ وہ متعدد علمی اور ادبی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

۵۷- مودودی، سید ابو الاعلیٰ (۱۹۰۳ء تا ۱۹۷۹ء) مفسر قرآن اور ایک روشن خیال عالم دین، حیدر آباد دکن کے شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۷ سال کی عمر سے صحافتی زندگی کا آغاز کیا۔جس نے جلد ہی سیاسی رنگ اختیار کر لیا۔ آپ جماعت اسلامی کے بانی تھے اور اس پلیٹ فارم سے حقانیت اسلام کے لئے مسلسل کوشاں رہے۔(عبدالوحید، ''۱۰۰۱ شخصیات عالم کا انسائیکلو پیڈیا'' لاہور، ۲۰۰۵)۔

۵۸- حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، ''خطبات بھاولپور'' (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۹) ص: ۵۸۔

۵۹- ڈاکٹر صاحب جن زبانوں پر دسترس رکھتے تھے ان میں اردو تو ان کی مادری زبان تھی، اس کے علاوہ فارسی، عربی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن، روسی اور لاطینی زبانیں شامل ہیں۔

۶۰- ندوی، سید سلیمان، ''مستشرقین یورپ'' (مقالہ در 'الندوہ' لکھنو۔مئی ۱۹۱۴)

۶۱- اسلامی دنیا کے ممتاز اسکالر، قطر یونیورسٹی کی شریعت فیکلٹی کے سابق ڈین اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

۶۲- سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ص: ۳۱۔

حاشیہ: جان بنیادی طور پر ایک مذہبی عالم، مصنف، مشرقی کلیسا کا فارغ التحصیل، راہب اور پادری تھا۔اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف نفرت اور دشمنی کی تحریک کا آغاز کیا۔اور تحریری مناظرات کا منفیانہ دور شروع کیا۔اور بازنطینی تاریخی روایات کا مصدر اول تسلیم کرلیا گیا۔